اسلام کے شاہی مطالبات

تبصرہ نگاہ: ہرب گریر*

ترجمہ و تلخیص: مسلم سجاد

نام کتاب : یقین سے پرے

Beyond Belief: Islamic Excursions Among the Converted Peoples by V.S. Naipaul, New York: Random House, 1998.

وی ایس نائے پال (V.S. Naipaul) ان غیر عربوں کا تجربہ بیان کرتا ہے جو مفتوح ہو جانے یا کسی اور تاریخی مجبوری کے تحت اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔

مغرب میں ہم مذہب کے معاملے میں، انتخاب کی آزادی کی خاطر ''خراب'' ہو گئے ہیں یا اسے اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس آزادی انتخاب نے ہمیں خراب کر دیا ہے۔ بہت سے لوگ، شاید ہم میں سے اکثر، مذہبی معاملات کو اختیاری، غیر ضروری چیز، یا کاؤنٹر سے خریدی جانے والی دوا سمجھتے ہیں۔ سپر مارکیٹ کی جس شیلف پر مذہب کا بورڈ لگا ہوا ہے، وہاں سے ہم عقائد کا انتخاب کر لیتے ہیں۔ انتخاب کے لیے معیار یہ ہوتا ہے کہ عقیدے کو ہماری وقتی ضروریات پورا کرنا چاہیے۔

دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جو مذہبی معاملات میں اس طرح کے عملی رویے میں شریک نہیں ہوتے بلکہ انہیں مستقل بنیادوں پر سنجیدگی سے لینے پر اصرار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ حالیہ عشروں میں میڈیا میں برا سلوک ہوا ہے عموماً انہیں بنیاد پرست قرار دے کر برا بھلا کہا جاتا ہے۔ ان کا نقطۂ نظر اس آزادی کے احساس کی نفی کرتا ہے جو مغرب میں مذہب کے انتخاب کے لیے تسلیم کی جاتی ہے۔ وہ جس بے لچک قطعیت کا اظہار کرتے ہیں اسے بہت سے لوگ جبر یہ نہیں تو ناجائز ضرور سمجھتے ہیں۔

---

* Herb Greer, "Islam's Imperial Demands; *The World & I*, Nov. 98, pp. 282 - 286

پھر بھی اگر اس انتخاب کا دائرہ روحانی معاملات تک محدود ہوا تو اس ناخوشگوار عنصر کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ سیکولر دائرے میں داخل ہوتا ہے تو یہ ان آزادیوں پر جارحانہ جبر کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے جنہیں ہمارے سیاسی عقیدہ (ہماری اپنی ''بنیاد پرستی'') ہمارے نظام کی اصطلاح میں ناقابلِ تردید تصور کرتا ہے۔

اس طرح کی جارحیت ہی اسلام کے ساتھ ہمارے فساد کی جڑ ہے۔ وی ایس نائے پال نے اپنی کتاب *Beyond Belief* میں درست کہا ہے کہ اسلام صرف ضمیر کا یا انفرادی عقیدے کا معاملہ نہیں ہے، یہ کلی مطالبے کرتا ہے۔ نائے پال کی دلچسپی نومسلموں یعنی غیر عرب قوموں کے تجربے کا جائزہ لینے سے ہے، جو مفتوح ہوجانے یا کسی اور تاریخی مجبوری کی وجہ سے اسلام کے ساتھ آ گئے۔

نائے پال کی سابقہ کتاب *Among the Believers* نے اسلام کا کوئی بہت اچھا نقشہ نہیں پیش کیا تھا، لیکن *Beyond Belief* ثقافتی ظلم کی کہانی سے بہت زیادہ ہے۔ اس میں اسلام رقیب (Villian) ہے۔ اسلام (اطاعت) کی جو تصویر ابھرتی ہے وہ ایک عفونت سے مماثلت رکھتی ہے جو مرتی ہوئی ثقافتوں کی سڑتی ہوئی لاشوں سے نشو ونما پاتا ہے۔ نئی زندگی دینا تو دور کی بات ہے، یہ زوال کے عمل کو تقویت دیتا ہے اور اس میں تشدد کے رجحان کا اضافہ کر دیتا ہے۔

اس کتاب میں اسلام رقیب ہے۔ اسلام (اطاعت) کی جو تصویر ابھرتی ہے وہ ایک عفونت سے مماثلت رکھتی ہے جو مرتی ہوئی ثقافتوں کی سڑتی ہوئی لاشوں سے نشو ونما پاتا ہے۔

لیکن ایران، انڈونیشیا اور پاکستان میں سابق ثقافتوں کو تباہ کرنے والی قوت صرف اسلام نہیں ہے۔ نائے پال کے بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان تہذیبوں کے خاتمے میں مغربی ثقافت کے اثرات نے نمایاں کردار ادا کیا۔ نو آبادیاتی دور میں مشرق ومغرب کے تصادم نے ایسی دراڑیں ڈال دیں جنہوں نے ان علاقوں کی سابقہ ثقافتوں کو سنگین طور پر کمزور کر دیا اور ان آبادیوں میں انتشار پیدا کر دیا۔ نائے پال اسے بہت کم اہمیت دیتا ہے۔ اس کمزوری اور انتشار نے ایسے عقیدے کے لیے مناسب حالات پیدا کر دیے ہیں جو سیاست تک میں سیکولر اور مذہبی کے درمیان تفریق نہ کرے۔

نائے پال اس موضوع پر کسی مضمون نگار کی طرح نہیں لکھتا جو کسی تھیم یا ایجنڈے کو پیش کرتا ہے۔ آغاز میں اس نے بہ اصرار کہا ہے کہ یہ کتاب ''لوگوں'' کے بارے میں ہے۔ اس کا یہ بھی مؤقف ہے کہ یہ کتاب کسی خاص مؤقف کا اظہار نہیں ہے۔ اس کی یہ بات، اس کی تحریر کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے غیر حقیقی لگتی ہے۔ وہ لوگوں اور ان کے تجربات کے حوالے سے پاکستان، انڈونیشیا اور ایران کے بارے میں لکھتا ہے، لیکن اسلام کے ورثے کے لیے ان کے تباہ کن اثرات کے لیے اس کی ناپسندیدگی اس کی کہانی کے ہر صفحے سے خوب اچھی طرح واضح ہو رہی ہے۔

ایک لحاظ سے یہ اسلام کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اس لیے کہ اسلام، جیسا کہ نائے پال نے کہا ہے، عقیدے کے کلی مطالبوں پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جہاں عیسائیت میلوں اور خانقاہوں کو گوارا کرتی ہے اور ان کا تاریخی احساس دوسرے ناموں سے برقرار رکھتی ہے، اسلام، ایک پالیسی کے طور پر مقامی مقدس مقامات اور ان کی تاریخ کو نقشہ سے مٹا دیتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی عبادت کا رخ عرب کے مقدس مقامات کی طرف موڑ دیتا ہے، جنہیں نومسلموں کے گھر سے قریب واقع کسی مقدس مقام پر محض ترجیح ہی حاصل نہ ہو، بلکہ یہ ان کا بدل ہو جائے۔ جیسا کہ نائے پال لکھتا ہے:

> اسلامی بنیاد پرستی کا یہ ظلم ہے کہ یہ صرف ایک قوم --- رسول کے اصل لوگ، یعنی عربوں ___ کے ماضی یا ان کے مقدس مقامات کی زیارت کو تسلیم کرتا ہے۔ نومسلموں سے صرف خالص دین، ایمان (اگر یہ حاصل ہو سکتا ہے تو) اور اسلام یعنی اطاعت کے علاوہ کسی چیز کا تقاضا نہیں ہوتا۔ یہ کلیت پرستی کی وہ قسم ہے جو کسی بھی طرح کا کوئی سمجھوتہ نہیں کرتی۔

بلاشبہ یہ تصوف اور شیعہ اسلام کی روایات اور شاعری کو نظرانداز کرتا ہے لیکن نائے پال کی selectivity کے حق میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اس طرح کی سرحد کو تسلیم نہیں کرتا (جیسی کہ مغرب چرچ اور ریاست میں کرتا ہے) جیسے کہ مسیح نے کہا: قیصر کا حصہ قیصر کو، خدا کا حصہ خدا کو دو (میتھیو، ۲۱-۲۲)۔ اسلام کے تحت، قیصر اور خدا سب عملی مقاصد کے لیے دنیاوی اقتدار کے معاملات میں، جو ملاؤں کے ذریعے برسرکار ہوتا ہے، شریک ہیں۔

انڈونیشیا: زخم کے نشان

نائے پال نے جن مسلم ممالک کا حال بیان کیا ہے، ان کے لیے اس کے حقیقی اور سنجیدہ نتائج رہے ہیں۔ جو طلبہ وزائرین سماٹرا سے مکہ گئے وہ اس عزم کے ساتھ واپس آئے کہ سماٹرا میں عقائد کو عرب کے وہابی عقائد کی مثل کر دیں گے، بدھ مت، ہندومت اور animism (ارواح پرستی) کے تمام نشانات بالکل مٹا دیے جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں جو مذہبی تنازعات پیدا ہوئے انہوں نے سیاسی خلاء پیدا کر دیا، جسے ولندیزی نوآبادکاروں نے پُر کیا۔ وہ صلح کرانے آئے، پھر حکومت کرنا شروع کر دی۔ ان جزائر میں اسلام کی آخری فتح فیصلہ کن تو تھی لیکن مکمل نہیں۔ نائے پال نے اس کے باقی ماندہ اثرات کو بیان کیا ہے۔ مسلمانوں میں طلاق اور نکاح ثانی آسان ہے۔ اس کے کسی خاندان کی زندگی پر تباہ کن اثرات ہوتے ہیں۔ ان سے، نائے پال کے الفاظ میں ''نیم یتیم معاشرہ وجود میں آیا جس میں ماں اور بچوں کو، جنہیں باپ نے نئی زندگی کے آغاز کی خاطر چھوڑ دیا، زندگی کے لے جدوجہد کرنا پڑی ہے۔

جاوا کے ایک گاؤں کے سردار کے بیٹے لینس نے مقامی عقائد ترک کر کے عیسائیت کو قبول کر لیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ سابقہ عقیدے اور عیسائیت میں تحمل کا تصور ہے۔ جس کی وجہ سے جاوا والوں کے لیے عیسائیت قبول کرنا آسان ہے۔ اس لیے اس کے خاندان نے عیسائیت قبول کر لی۔ سابقہ اثرات بھی باقی ہیں۔ یعنی پتھروں کا جادو، ایک مقامی تلوار کی روحانی اہمیت وغیرہ۔

لیکن ثقافت کے زوال کے مظاہر ہر طرف ہیں۔ ان میں سے بیش تر کا تعلق اسلام سے نہیں ہے۔ اب معروف کرداروں اور کہانیوں پر رات بھر تبصرے نہیں ہوتے۔ اب سورج غروب ہونے کے بعد کاشتکار تھک جاتا ہے اور ٹی وی دیکھنا چاہتا ہے۔ موسیقی کے آلات خریدنے کے لیے رقم نہیں۔ رقم یتیم بچوں کی تعلیم وصحت پر خرچ ہوتی ہے۔

نائے پال کے بہت سے کردار--- جاوا کے نمبردار کا بیٹا، بزنس مین، کمپیوٹر کا ماہر---مغربی ثقافت سے مطابقت پیدا کرنے میں مشکلات کا شکار ہیں۔ اس میں ایک مزید رکاوٹ اسلام ہے۔ امریکہ میں تارکین وطن گزشتہ سو سال سے زائد عرصے سے جس طرح کے حالات گزر رہے ہیں، یہ اسی طرح کی صورت حال ہے، مگر چرچ اور ریاست کے علیحدگی کے تصور کی حفاظت کے بغیر۔ اس کے باوجود

انڈونیشیا میں، فرد میں قسمت خود بنانے میں حصہ دار ہونے کا احساس برقرار رہا ہے۔

ایران اور پاکستان: مزاحمت کے مقام

دوسری جگہوں پر، ایران اور خالص طور پر پاکستان میں، یہ اتنا یقینی نہیں ہے۔ یقیناً ایران میں جبری ملائیت کے خلاف مزاحمت کے آثار عجیب شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ نائے پال نے یہ عجیب افواہ بھی نقل کی ہے کہ خمینی کو مغربی طاقتوں نے مسلط کیا۔ ایران میں اسلامی ریاست کا قیام بڑی طاقتوں کا اسلام دشمن منصوبہ تھا تاکہ مسلمانوں کو خصوصاً ایران کو سبق سکھایا جائے۔ یہ اسلام کے ایک بڑے طاقتور لیکن مایوس کن ثقافتی رجحان کا عکاس ہے کہ اسلامی حکومت کے منفی اثرات کو دوسروں پر، خصوصاً مغرب پر ڈال دیا جاتا ہے۔

ایران میں اختلاف عجیب وغریب شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔ نوجوان نازی ہو جانے کو فطری سمجھتے ہیں، اس لیے کہ ایرانی آرین ہیں۔ ایک عام گھریلو خاتون اپنی بالکونی میں سیٹلائٹ ڈش کو کیموفلاج کر کے رکھتی ہے۔ دوسرے وہ کچھ جسے نائے پال نوجوانوں کے اندر جنسی انقلاب قرار دیتا ہے۔

یہ مزاحمت، انڈونیشیا کی طرح، بالکل فطری ہے اور ایک ایسے معاشرے میں ناگزیر ہے جس کی ثقافت اور شناخت اسلام بلکہ عیسائیت سے بھی قبل کے کلاسیکل ماضی میں گہری جڑیں رکھتی ہے۔ پاکستان کی حد تک، نائے پال کو ایک مختلف سیاسی اور ثقافتی دنیا سے سابقہ پیش آتا ہے۔ مسلمانوں میں عدم تحفظ کا احساس پاکستان کے مطالبے کا سبب بنا۔ اس کے ساتھ ہی ماضی کی شان وشوکت، شمال مغرب سے حملہ آوروں کی آمد، ہندوستان کے مندروں کی لوٹ مار اور کفار کو مسلمان کرنے کے تصورات تھے۔

نائے پال حالیہ سیاسی خوف ناک حالات، کرپشن، ظلم، استبداد، اسلام کے نام پر تشدد، آمریت کو افغان جہاد سے قبل امریکہ کے سیٹلائٹ کی حیثیت میں تلاش کرتا ہے جسے اپنا خرچ نہیں اٹھانا پڑتا تھا۔ افغان جنگ کے اقتصادی اثرات نے مال ودولت کا سیلاب پیدا کر دیا جو ایک کمزور جمہوریت برداشت نہ کر سکتی تھی۔ چار عشروں کے علمی جمود اور منافقت کے بعد، ریاست، جو آغاز میں بعض لوگوں کے لیے خدا کی مثل تھی، ایک مجرمانہ سرگرمی بن کر رہ گئی۔

وہ لوگ جن کی ہندوستان میں کوئی آواز نہ تھی، پاکستان بھاگ کر گئے لیکن آج بھی وہاں نمائندگی نہیں رکھتے۔ اس کے نتیجے میں اٹھنے والی بلوچستان اور سندھ کی بغاوتیں، جہاں یہ مہاجر جا کر بسے، بے رحمی سے کچل دی گئیں۔ نائے پال کے مطابق اسلامی طرز حیات میں، ذاتی ڈراموں کا مسلسل انتظام ہے۔ پردے کا باصرار اہتمام کیا جاتا ہے، نئے عربی نام تلاش کیے جاتے ہیں۔ دوزخ کا بیان قرآن میں برائے نام ہے، لیکن اسے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے، آگ، کوڑے اور پینے کے لیے پیپ۔ بنیاد پرست، ملک کو ساتویں صدی میں واپس لے جانا چاہتے ہیں، نبی کے دور میں جہاں باقاعدگی سے نمازیں ہوں، قرآنی سزائیں دی جائیں۔ اس طرح یہ سوچا گیا کہ اس بند معاشرے میں، جس میں ناخواندہ لوگ عمل کریں گے، اسی طرح اقتدار حاصل ہو جائے گا جس طرح اسلام کو اول دور میں حاصل ہوا تھا۔ آخر میں نائے پال پھر انڈونیشیا کی طرف آتا ہے جیسے کوئی آدمی ڈوبنے کے بعد، تازہ ہوا کے لیے سر باہر نکالے۔ اسے یہاں کے باقی ماندہ کلچر میں بنیاد پرست اسلام کے دم گھونٹنے والے بخارات سے واسطہ پڑتا ہے جن کی وجہ سے انڈونیشیا کی نسلی منافرت زیادہ شدید ہوگئی ہے۔ جذباتی مسلمانوں کی اسلام سے وابستگی ۷۰ کے عشرے کے اواخر میں پاکستان اور ایران کی مثالوں کو دیکھ کر شدید ہوگئی ہے۔

نائے پال نے یہ عجیب افواہ بھی نقل کی ہے کہ خمینی کو مغربی طاقتوں نے مسلط کیا۔ ایران میں اسلامی ریاست کا قیام بڑی طاقتوں کا اسلام دشمن منصوبہ تھا تاکہ مسلمانوں کو خصوصاً ایران کو سبق سکھایا جائے۔

نائے پال لکھتا ہے: اسلام کی مشنری دنیا اپنے ہی خول میں وجود رکھتی ہے۔ عقیدے کی توسیع کا اصل ہدف ہے۔ اور اگر عقیدہ حکمران ہو، تو عقیدہ ماننے والوں کا چاہے کچھ بھی حشر ہو۔

Beyond Belief میں نائے پال انڈونیشیا اور ایران کے جو سخت حالات بیان کرتا ہے، وہ اسلام کی وجہ سے نہیں جیسا کہ وہ کہتا ہے، بلکہ اس علاقے کے مسلمانوں کے بنیاد پرست بننے کی وجوہات ہیں۔ پاکستان کا معاملہ مختلف ہے، جہاں بے لچک اسلام کے کرپٹ اثرات کے بارے میں اس کا استدلال بلاشبہ قائل کرنے والا ہے۔ یہ ہم سب کافروں کے سامنے سوال پیش کرتا ہے کہ ہم ان خطرناک لوگوں سے کس قسم کا معاملہ کریں جو دنیا کے اس حصے میں معاملات چلانے میں اتنا رسوخ رکھتے ہیں۔ یہ

بنیاد پرست ملاّ --- جو ہماری لبرل سوسائٹی کی ہر طرح کی کوشش کے باوجود کہ اسلام کو زیادہ سے زیادہ ثقافتی رکھا جائے۔ اُپنے ماننے والوں کو مجبور کرتے ہیں کہ ہمیں دشمن اور دارالحرب کا شہری سمجھیں جن کو مسلمان بنایا جانا چاہیے۔ اور اگر ہم مزاحمت کریں تو ہم سے جائز طور پر جھوٹ بولا جائے اور پھر تباہ کر دیا جائے۔ یہ سوال فوری نوعیت کا ہے۔ اس لیے کہ عام تباہی کے اسلحے اب یہاں پائے جانے لگے ہیں۔ کسی عملی جواب پانے میں ہماری ناکامی کے نہایت ناخوشگوار اثرات ہو سکتے ہیں۔

[تبصرہ نگار ہرب گریر رسالہ 'ورلڈ اینڈ آئی' کے آرٹ سیکشن کے ایڈیٹر ہیں۔ مدیر]